

مکاتیب

(۱)

آپ کی جوابی تحریر موصول ہوئی۔ راقم آپ کی پہلی تحریر میں اپنے نکات سے متعلق جوابی سیکشن نہ دیکھ سکا تھا جس کی وجہ سے جواب نہ ملنے کی شکایت کی۔ اس کے لیے معذرت قبول کیجیے۔ قلت وقت کے سبب انتہائی اختصار کے ساتھ چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں:

(۱) آپ کی آخری تحریر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کم از کم آپ مجاہدین کے اس مقدمے سے متفق ہیں کہ (شرعی حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے) امریکہ پر اقدامی حملہ کرنا شرعاً و اصولاً جائز ہے۔

(۲) آپ کا فرمانا ہے کہ کسی جنگی اقدام کے جہاد کہلانے کی لئے ضروری ہے کہ اس میں کسی بھی شرعی اصول و تعلیم کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہو۔ آپ کے نزدیک کیا یہ اصول صرف جہاد کے لیے خاص ہے یا دین کی دیگر تمام اجتماعی صف بندیوں کو پرکھ کر انہیں دینی قرار دینے کے لیے اپنانا بھی ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے (جیسا کہ منطقی طور پر ہونا چاہیے) تو کیا ہماری ہم عصر بہت سے ایسی صف بندیوں جنہیں ہم دین کا کام قرار دیتے ہیں، کیا وہ بھی غیر دینی نہ ہو جائیں گی؟ پھر کیا اس اصول پر عمل پیرا ہو کر ہم کسی معاشرے کو کبھی اسلامی کہنے کی پوزیشن میں ہوں گے؟

(۳) اگر آپ کا بیان کردہ اصول ایک شرعی ضابطہ ہے تو اسے لازماً زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہونا چاہیے۔ اس طور پر غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس اصول کو صرف معاصر مجاہدین ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری اسلامی تاریخ میں جہاں اور جب بھی کوئی جہادی کارروائی کی گئی، اس پر لاگو کر کے اس پر حکم لگانے کی سخت ضرورت ہے، علی الرغم اس سے کہ اس کی زد میں ٹیپو سلطان آئیں یا پھر سید احمد بریلوی و شاہ اسماعیل شہید۔ (ظاہر ہے سید احمد و شاہ اسماعیل کسی بھی اسلامی سلطنت کے امیر نہ تھے اور آپ کے اصول کے مطابق انہیں علم جہاد بلند کرنے کی ہرگز اجازت نہ تھی)۔ کیا واقعی آپ زمان و مکان سے ماورا ہو کر اس اصول کے مطابق حکم لگانے کے لیے تیار ہیں؟

(۴) آپ کے دلائل سے اندازہ ہوتا ہے کہ دراصل آپ کو Twin Towers پر حملہ کر کے غیر حربی امریکیوں کو مارنے پر اعتراض نہیں، بلکہ حملہ کرنے والوں کے وجہ جواز پر اعتراض ہے، یعنی آپ کے نزدیک مسئلہ یہ نہیں کہ مجاہدین کی کارروائی میں چند غیر حربی امریکیوں کا قتل کیوں ہوا، بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ مجاہدین ایسا کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ گویا اگر صرف حملہ کا وجہ جواز تبدیل کر دیا جائے تو آپ کے نزدیک بھی معاملہ درست ہو جائے گا۔ یعنی اگر Twin Towers پر حملہ کا جواز یہ قرار دیا جائے کہ یہ امریکہ کی شان و شوکت کی علامت تھا، لہذا اس پر حملہ کرنا امریکہ کی عظمت پر حملہ کرنا تھا، البتہ موجودہ ہتھیاروں کے ساتھ غیر حربی کی رعایت کرنا ناممکن ہے تو یہ کارروائی جائز قرار پائے گی۔

(۵) جہاں تک غیر حربی امریکیوں کے قتل کی بات ہے تو اس میں دو امور قابل غور ہیں:

(الف) موجودہ ہتھیاروں کے ساتھ حربی و غیر حربی کی رعایت قریب قریب ناممکن ہے۔ شرع میں بھی اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ اگر مخالفین مسلمانوں کو اپنی ڈھال بنالیں تو ایسی صورت میں ان مسلمانوں کو قتل کر کے کفار سے لڑنا جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا گویا کسی غیر حربی کا قتل ہر صورت میں ناجائز نہیں بلکہ اس طور پر ناجائز لگتا ہے کہ اس کے علاوہ دیگر آپشنز باہولت موجود ہوں لیکن پھر بھی انہیں قتل کر دیا جائے۔

(ب) اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکی عوام ایسے حکمرانوں کو باخوشی ووٹ دیتی ہے جو مسلمانوں کا قتل عام کرتی ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ افغانستان پر چلائے جانے والے کئی میزائلوں پر امریکی عوام کے دستخط اور یہ جملے پائے گئے 'a gift from US to Afghanistan'۔ کتب کی عدم دستیابی کی بنا پر راقم کو حوالہ یاد نہیں مگر اسلامی غزوات میں ایسے لوگوں کی مثالیں موجود ہیں جنہیں اس بنا پر قتل کیا گیا کہ وہ اپنی شاعری وغیرہ کے ذریعے کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دلاتے۔ کیا امریکی عوام کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا؟

ان تمام گزارشات کو راقم کی پوزیشن مت سمجھئے گا، یہ محض مجاہدین کا مقدمہ ہے۔

محمد زاہد صدیقی مغل

(۲)

آپ کے ذکر کردہ نکات کے حوالے سے میری گزارشات، بالترتیب، حسب ذیل ہیں:

(۱) درست فرمایا۔ اصولاً امریکہ پر یا کسی بھی دوسرے ملک پر حملہ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ شرعی شرائط اور حدود کا لحاظ رکھا جائے، مثلاً جنگ کا شرعی جواز موجود ہو، حملے کا فیصلہ ایسی انتھارٹی نے کیا ہو جو شرعاً اس کی مجاز ہو، حملے میں کسی معاہدے کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہو اور آداب القتال یعنی دوران جنگ کے شرعی و اخلاقی ضوابط کی پاس داری کی جائے۔ مزید برآں حملے کے نتیجے میں مسلمانوں کے جانی و مالی نقصان کا پہلو ملحوظ رکھنا اگر قانونی و فقہی طور پر نہیں تو حکمت و سیاست شرعیہ کی رو سے بہر حال ضروری ہے۔ اگر تو کوئی مخصوص گروہ اپنی حد تک نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر کوئی ایسا اقدام کرنا چاہتا ہے جس کے اثرات اسی تک محدود رہیں گے تو یہ اس کا اجتہادی اختیار ہے، لیکن اگر اس کے اقدام کے نتائج ان لوگوں پر بھی مرتب ہو سکتے ہیں جو اقدام کے فیصلے میں شریک نہیں اور اس کے نتائج کی ذمہ داری بھی انھوں نے قبول نہیں کی تو یہ بات شرعاً و اخلاقاً درست نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی باقاعدہ ریاست جنگ کا فیصلہ کر رہی ہے تو بھی وہ اپنی رعایا کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہے اور حکومتی سطح پر کوئی بھی اقدام کرتے ہوئے قوم پر مرتب ہونے والے نتائج کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۲) اس کا تعلق شرعی اصول کی خلاف ورزی کی نوعیت سے ہے۔ اگر خلاف ورزی شخصی اور انفرادی سطح کی ہے تو اس کے مطابق حکم لگے اور اگر پوری جدوجہد کی اساس کسی خلاف شرع امر پر استوار ہے تو حکم اس کے مطابق لگے گا۔ یہ نہ تو کوئی معیار ہے اور نہ دین کا تقاضا کہ دین کے نام پر کی جانے والی کوئی ایسی جدوجہد بالفعل پائی جاتی ہو جسے ضرور دینی یا اسلامی کہا جائے۔ اصل چیز دینی و اخلاقی معیار ہے۔ اگر اس پر کوئی عملی جدوجہد پورا نہیں اترتی تو یہ کوئی اصول نہیں کہ اس معیار کو اس لیے نظر انداز کر دیا جائے کہ پھر ہم دینی یا اسلامی جدوجہد کس کو کہیں گے؟ بحیثیت مجموعی معاشرے کو بھی اسی اصول پر دیکھنا چاہیے۔ وہ جن پہلوؤں سے اسلامی اصولوں پر استوار ہو، اس حد تک اسے اسلامی کہا جائے، جبکہ باقی پہلوؤں میں بہتری کی کوشش جاری رکھی جائے۔